اسلامی تناظر کی روشنی میں تدبیرِ منزل میں عورت کا اصلاحی کردار: ایک تحقیقی جائزہ

Reforming role of women in planning of destination in the light of Islamic perspective: a research review

*سعدیہ ثمین
**عدنان

Abstract

Considering the role of women in the reformed society, the fact comes to us that women are almost equal to men in terms of numbers in the society as a whole. Therefore, firstly, if every woman pays attention to the reformation of her own self, then in this way women can influence the reformation of the society. Secondly, since the home is the basic unit of the society, since it is the axis and the center of the circle of women, therefore, to correct the deterioration of the society, it is very important to stabilize the home, the basic unit of the society, and the family life is governed by gender. Happens on critical.

The Prophet (ﷺ) elevated women with greatness and respect at all levels, both domestic and social. In fact, the position given to a woman in a society has a very fundamental importance because on the one hand, the wealth of this position determines the character, personality and role of the woman in the society. The whole society is also affected.

If a woman is not given her right position and status, not only the society is deprived of benefiting from her ability but also women cannot play a sufficient and full role in their specific sphere i.e. at home. The article highlights the reforming role of women as wife, mother, daughter and sister.

Keywords: rofe of women, domestic and social, right position and status, ability, family life

عورت کا اصلاحی کردار بطورِ بیوی

اصلاح معاشرہ میں خواتین کے کردار پر غور کرتے ہوئے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ خواتین، مجموعی معاشرے میں تعداد کے لحاظ سے مردوں کے تقریباً مساوی ہوتی ہیں۔ لہٰذا اول تو اگر ہر خاتون اپنی ذات کی اصلاح پر توجہ دے تو پھر اس طرح عورتیں معاشرے کی اصلاح پر اثرانداز ہو سکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ معاشرے کی بنیادی اکائی گھر چونکہ خواتین کے دائرے کار کا محور و مرکز ہوا کرتا ہے اس لیے معاشرے کی بگاڑ کی اصلاح کے لیے گھر یعنی معاشرے کی

*ایم فل سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، زرعی یونیورسٹی، پشاور
**ویزٹنگ لیکچرر، خیبر لاء کالج، یونیورسٹی آف پشاور

بنیادی اکائی کو مستحکم کرنا نہایت بنیادی بات ہے اور خانگی زندگی کا دار و مدار صنفِ نازک پر ہوتا ہے۔

نبی کریم (ﷺ) نے عورتوں کو خانگی اور معاشرتی ہر سطح پر عظمت و احترام سے سرفراز کیا۔ دراصل کسی معاشرے میں عورت کو جو مقام عطا کیا جائے وہ اس لیے بہت بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ ایک تو اس مقام کی بہ دولت خود عورت کی ذات، شخصیت اور معاشرے میں اس کے کردار کا تعین ہوتا ہے، دوسرے لازمی طور پر خود پورا معاشرہ بھی متاثر ہوتا ہے۔ اگر بالفرض عورت کو اس کا صحیح مقام و مرتبہ نہ دیا جائے تو نہ صرف معاشرہ اس کی قابلیت وصلاحیت سے استفادہ کرنے سے محروم رہتا ہے بل کہ عورتیں اپنے مخصوص دائرہ کار یعنی گھر میں بھی خاطر خواہ اور بھرپور کردار ادا نہیں کر سکتیں۔

اصلاح معاشرہ کے عمل میں خواتین کا کردار مردوں کے کردار کے مقابلے میں بہت زیادہ اہم ہے۔ کیوں کہ عورت ماں ہے اور ماں کی گود میں ہر معاشرے کی نئی نسل پروان چڑھتی ہے۔ ماں اپنی تربیت سے نسلِ نَو کو کردار و عمل کا ایسا نمونہ بنا سکتی ہے جو انسانیت کے لیے باعث فخر ہو۔ نئی نسل تک زندگی کی اعلیٰ اقدار کو پہنچانے میں عورتوں کا حصہ زیادہ ہوتا ہے اور نئی نسل کی ذات و شخصیت میں اعلیٰ اقدار اور اوصاف حمیدہ کا رچاؤ ماں ہی کرتی ہے۔ غیر محسوس طور پر اپنے نظریات، اپنے طرز فکر اور اپنی شخصی خوبیوں کو اپنی گود میں پلنے والی نئی نسل کو منتقل کرتی رہتی ہے۔ ماں کی گود انسان کی اولین درس گاہ ہوتی ہے۔ یہ درس گاہ جتنے بلند معیار کی ہوگی، یعنی ماؤں کی تربیت جتنے بلند معیار کی ہوگی، اگر جذبۂ ایمانی کی سچائی کے ساتھ ہوگی اور اسلام کی تعلیمات کی روح کے مطابق ہوگی تو معاشرہ بھی اسی معیار کا ہوگا۔

رسول کریمؐ نے جب صحابہ کرامؓ کے سامنے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: "اے اہل ایمان! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ"۔ "تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ (ﷺ) ہم اپنے آپ کو تو جہنم کی آگ سے بچا سکتے ہیں، لیکن اپنے اہل و عیال کو جہنم سے کیوں کر بچا سکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "تم انہیں ایسے کام کرنے کا حکم دیتے رہو جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ان کاموں سے روکتے رہو جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے"۔

اصلاح اور معاشرے کے لیے یہی بنیادی عمل ہے، یعنی اچھائی کا پھیلاؤ اور گناہوں سے روکنے کا فریضہ اور تعلیمات نبوی (ﷺ) کی روشنی میں اصلاح اور معاشرہ میں اہل ایمان خواتین کے کردار کی یہ اساس ہے۔ حدیث مبارک ہے، مفہوم: "تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور اس سے، اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اور ماں باپ سے ان کی اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا"۔

لہٰذا ثابت یہ ہوا مسلمان خواتین تربیت اولاد اور اصلاح اولاد کے متعلق ذمے دار ہیں اور ان سے اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ ہم مسلمان خواتین پر ان احادیث کی روشنی میں فرض عائد ہوتا ہے کہ جو اولاد اللہ نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے عطا کی ہے ان کی تربیت و پرورش پوری ہوش مندی سے کریں۔ کیوں کہ یہ ایک ایسا اہم کام ہے جس سے پورا معاشرہ بنتا ہے۔ لہٰذا حکیم و بصیر اللہ اور اس کے آخری رسول (ﷺ) نے تربیت اولاد، شخصیت سازی اور اصلاح معاشرہ کا جو بے حد اہم اور بنیادی فریضہ مسلمان خواتین کو تفویض کیا ہے اس کے لیے ان سے یوم حشر سوال کیا جائے گا۔ آج جب ہم اپنے معاشرے میں اخلاقی گراوٹ، اعلیٰ اقدار کی کمی اور عملیت کا فقدان دیکھتے ہیں۔ آج جب ہم مسلمانوں کو کردار سے عاری دیکھتے ہیں تو یہ صورت احوال دراصل اس حقیقت کو اُجاگر کرتی ہے کہ آج کی مسلمان مائیں یا تو اخلاصِ عمل سے، جذبۂ ایمانی کے لحاظ سے اس معیار اور اس درجے کی مسلمان خواتین نہیں رہیں یا پھر اپنے فرائض سے کوتاہی کی مرتکب ہو رہی ہیں، جس معیار پر تعلیمات نبوی (ﷺ) کے مطابق مسلمان ماؤں کا ہونا چاہیے۔

ماؤں کی سیرت و کردار، علم و فضل اور معمولات تو بچے کی شخصیت و ذات پر اس کی ولادت سے پہلے یعنی دوران حمل سے اثر انداز ہوتا ہے اور رحم مادر میں بچے کے ذہن کی ساخت و تعمیر پر گہرے نقوش چھوڑتا ہے۔ تمام اولیائے کرام اور نیک ہستیوں کی مائیں ہمیشہ بہت نیک، متقی اور باعمل خواتین رہیں۔ راسخ العقیدہ اور باعمل مسلمان خواتین کے بطن سے ہی قابل فخر فرزندان اسلام اور بطل جلیل پیدا ہوا کرتے ہیں۔ یہی حکمت تھی کہ کائنات کے محسن اعظم (ﷺ) نے ایمان والی عورتوں کی تربیت و تعلیم پر زور دیا اور مسلمان مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کے لیے بھی طلبِ علم کو فرض قرار دیا۔

ماہرین عمرانیات کی نظر میں معاشرتی اصلاح کا جامع اور ہمہ گیر پروگرام یہی ہے کہ افراد معاشرہ کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کے اجالوں میں لایا جائے۔ یعنی معاشرتی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ معاشرے کے افراد کو تعلیم یافتہ بنا دیا جائے۔ اور یہ صرف ایسی وقت ہو سکتا ہے جب مسلمان خواتین کو حصول علم سے محروم نہ رکھا جائے، آج اگر بیٹوں کی تعلیم پر والدین یہ سوچ کر توجہ دیتے ہیں کہ وہ باشعور شہری بنیں، اپنی معاش بہتر طور پر کما سکیں تو بیٹیوں کو بھی اسی طرح تعلیم سے بہرہ مند ہونے کا موقع دیں کہ وہ باشعور شہری بنیں نیز بہتر ماں، بیوی، بہن اور بہتر بیٹی بن سکیں۔ مسلمان خواتین حدیث نبوی (ﷺ) کی روشنی میں اگر طلب علم کے فریضے کو اولین اہمیت دیں اور اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کے حصول علم کی راہ ہموار کریں تو یہ معاشرہ تعلیم یافتہ افراد کا معاشرہ ہو گا اور جہالت کے باعث، جو معاشرتی بُرائیاں ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں ان کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔

قرآن حکیم نے مومن عورتوں کے اوصاف کو بیان کر دیا۔ آپؐ نے عورتوں کو حیا کی تلقین کی، عورتوں کو اپنی زینت کی نمائش سے روکا۔ غور فرمایئے کہ ان تعلیمات نبویؐ سے عورتوں کے معاشرتی طرز عمل سے اصل مقصود معاشرے کو فحاشی، عریانیت اور بے حیائی سے پاک کرنا ہے۔ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے والی خواتین کو معاشرے میں عزت و وقار اور احترام ملتا ہی ہے۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں معاشرتی اصلاح پر غور کرتے ہوئے اور خواتین کے کردار پر لایعنی بحث کرنے سے بہتر یہ ہو گا کہ آج اسلامی معاشرے کے قابل اصلاح پہلوؤں کو فرداً فرداً زیر غور لایا جائے۔ نیز یہ جائزہ لیا جائے کہ ان مسائل و نقائص کی اصلاح کے ضمن میں تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں مسلم خواتین کا کیا کردار ہو گا۔

آج ہمارے معاشرے میں راتوں رات دولت مند بن جانے کا جنون عام ہے۔ کسب حلال کی اہمیت کو پس پشت ڈال کر دولت کی ہوس نے معاشرے میں بے شمار خرابیوں کو جنم دیا ہے۔ اگر خواتین نبی کریمؐ کی تعلیمات کے مطابق سادگی سے اپنی زندگی بسر کرنے کو شعار بنالیں، غیر ضروری فرمائشیں اور ہر آسائش کی خواہش سے اپنے آپ کو باز رکھیں تو ان کے گھرانے کے مرد ناجائز حصول دولت پر مجبور نہ ہوں گے۔ راشی و مرتشی دونوں کو جہنم کی وعید دینے والی حدیث کی نہ صرف یاد دھانی کرواکے بل کہ غیر ضروری اخراجات سے پہلو تہی کر کے خواتین رشوت کی لعنت کو معاشرے سے ختم کرنے میں مددگار ہو سکتی ہیں۔

معاشرہ اخلاقی اعتبار سے جس انحطاط کا شکار ہے۔ اول تو یہ کہ اگر ہر عورت حیا اور پردے کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو تو بے حیائی اور فحاشی کا قلع قمع ہو جائے۔ عورت کی نام نہاد آزادی کے رجحان کی بہ دولت اسلامی معاشرت کے خلاف ہمارے رویے کی اصلاح اپنی زندگی کو نبی کریم (ﷺ) کے احکامات کے مطابق گزارنے کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

چند صحابیات کا تذکرہ جنہوں نے دینِ اسلام کی تعلیمات پر اپنے شوہروں کو تنبیہ کیا ہے، وہ واقعات درجہ ذیل ہیں:

اُم سلیمؓ کا اپنے شوہر کو دعوتِ اسلام

ایمان لانے کے بعد حضرت اُم سلیم نے اپنے شوہر کو بھی دینِ اسلام کی دعوت دینا شروع کی۔ جسے انہوں نے قبول نہیں کیا اور شام کی طرف چلے گئے۔

حافظ ابن عبد البرؒ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”اُم سلیم زمانہ جاہلیت میں انس کے والد مالک بن نضر کے عقد زوجیت میں تھیں اسی سے انس بن مالک پیدا ہوئے، دینِ اسلام کے نزول کے بعد وہ اپنی قوم کے ہمراہ

مسلمان ہو گئیں، اور اپنے شوہر کو بھی قبول اسلام کی دعوت دی، لیکن وہ ناراض ہو کر شام چلا گیا اور وہیں ہلاک ہو گیا"۔[1]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

1) ضرورت کے وقت خاوند کو بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تبلیغ کی جاسکتی ہے۔

2) مصلح لوگوں کے ناراضگیوں اور غصے کو برداشت کرے۔

3) تمام تر نقصان کے باوجود مصلح کے لئے استقامت ضروری۔

مالک بن نضر کی وفات کے بعد جب ابو طلحہ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو اُم سلیم نے انہیں اسلام کی دعوت دی جس کو قبول کرنے کے بعد ان کا باہمی نکاح طے پایا۔

امام بن سعدؒ اسی روایت کو بیان کرتے ہیں :

"ابو طلحہ اُم سلیمؓ کے ساتھ نکاح کرنے کی فرمائش لے کر آئے، انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ایک مشرک کے ساتھ شادی کرنا درست نہیں، اے ابو طلحہ! کیا آپ کو (اس بات کا) علم نہیں کہ جن معبودوں کی تم پرستش کررہے ہو، انہیں فلاں قبیلے کے بڑھے غلام نے چھیل کر بنایا ہے؟ اور اگر آپ ان میں آگ لگاؤ تو وہ جل کر راکھ ہو جائیں گے۔ راوی نے بیان کیا وہ (ابو طلحہ) وہاں سے چلے گئے لیکن بات ان کے دل میں اتر چکی تھی، راوی نے بیان کیا (اس کے بعد جب بھی وہ ان) اُم سلیمؓ کے ہاں آتے تو وہ یہی بات ان کے سامنے دہراتیں"۔ [2]

ایک اور روایت میں ہے کہ ام سلیم نے کہا:

"اے ابو طلحہ! کیا تم جانتے نہیں کہ جس معبود کی تم پوجا کرتے ہو وہ تو زمین میں اگنے والا ایک درخت ہے، اور اس کو فلاں قبیلے کے حبشی غلام نے تراشا ہے"۔ انہوں جواب میں کہا: "کیوں نہیں (یعنی میں اس بات کو جانتا ہوں)" اُم سلیمؓ نے کہا: "کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم ایک لکڑی کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہو جو زمین میں اگتی ہے اور یقیناً فلاں قبیلے کے حبشی غلام نے چھیل چھال کر اس کو بنایا؟" انہوں نے مزید کہا: "کیا آپ اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا معبود نہیں اور یقیناً محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور اگر آپ اس بات کی گواہی دیں تو میں آپ کے

ساتھ شادی کے لیے تیار ہوں اور اس کے علاوہ آپ سے کسی اور چیز کو بطور حق مہر نہیں لیتی"۔ [3]

ابو طلحہ نے ان سے کہا:

"مجھے غور کرنے کے لئے مہلت دیجئے"۔

اُم سلیمؓ فرماتی ہیں:

"غور و فکر کے بعد واپس اور مسلمان ہو گئے"۔

نسائی شریف کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا:

«والله ما مثلك يا أبا طلحة يرد، ولكنك رجل كافر، وأنا امرأة مسلمة، ولا يحل لي أن أتزوجك، فإن تسلم فذاك مهري وما أسألك غيره، فأسلم فكان ذلك مهرها " قال ثابت: «فما سمعت بامرأة قط كانت أكرم مهرا من أم سليم الإسلام، فدخل بها فولدت له»[4]

"قسم اللہ کی، ابو طلحہ! آپ جیسوں کا پیغام لوٹایا نہیں جاسکتا، لیکن آپ ایک کافر شخص ہیں اور میں ایک مسلمان عورت ہوں، میرے لیے حلال نہیں کہ میں آپ سے شادی کروں، لیکن اگر آپ اسلام قبول کر لیں، تو یہی آپ کا اسلام قبول کر لینا ہی میرا مہر ہو گا اس کے سوا مجھے کچھ اور نہیں چاہیئے تو وہ اسلام لے آئے اور یہی چیز ان کی مہر قرار پائی۔ ثابت کہتے ہیں: میں نے کسی عورت کے متعلق کبھی نہیں سنا جس کی مہر ام سلیم رضی اللہ عنہا کی مہر اسلام سے بڑھ کر اور باعزت رہی ہو۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے صحبت و قربت اختیار کی اور انہوں نے ان سے بچے جنے"۔

اس واقعہ سے بہت سے اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے :

1) اسلام کا اظہار بغیر کسی جھجک کے کرنا چاہیئے۔

2) اسلام کو دنیوی معاملات میں معیار بنانا چاہیئے۔

3) اسلام پر سب کچھ قربان کر دینا چاہیئے۔

اُم حکیمؓ کی دعوت اسلام اپنے خاوند کو اسلام کی دعوت

"ام حکیمؓ فتح مکہ کے بعد اسلام کی دولت سے مالامال ہوئی لیکن ان کے خاوند بدستور کافر اور اسلام دُشمنی میں متشدد تھے۔ فتح مکہ کے بعد یمن کی طرف بھاگ گئے۔ اس سے یہ برداشت نہ ہوا اور خاتم الرسل (ﷺ) سے اپنے شوہر

کے واسطے امان طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئی۔ ان کے شوہر عکرمہ کے قتل کا حکم جاری ہو چکا ہے آپؐ کی درخواست پر بارگاہ رسالت سے امان حاصل ہوا تو یمن جاکر اپنے خاوند کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

«جئتک من عند اوصل الناس وابرالناس، وخیرالناس ، لا تھلک نفسک » [5]

میں آپ کے ہاں ایک ایسے شخص کے پاس سے آئی ہوں جو کہ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے، سب سے زیادہ نیکی کرنے والے اور سب سے بہتر انسان ہیں، آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیئے۔ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور دونوں کا (سابقہ) نکاح بر قرار رہا۔ [6]

جب وہ ان کے پاس پہنچیں، تو وہ کشتی میں سوار ہو چکے تھے، وہ بایں الفاظ ان سے مخاطب ہوئیں، اے میرے چچا کے بیٹے! میرے پاس رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عطا کردہ امان ہے اگر مسلمان ہوئے تو میں آپ کی بیوی ہوں ورنہ میرا اور آپ کا تعلق ٹوٹ چکا ہے"۔ [7]

بعض روایات میں ہے کہ عکرمہ اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات پر اصرار کرتا رہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ [8]

اس واقعہ سے چند اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) شوہر کی اصلاح کے لیے تگ و دو کرنا اور دانائی و حکمت سے کام لینا۔

2) گناہ یا بُرائی میں اپنے شوہر کا ساتھ دینے کی بجائے اس سے برأت بھی اصلاح کا ایک طریقہ ہے۔

حضرت سلمیٰؓ کا اپنے خاوند پر نکیر

"ایک مرتبہ ابورافعؓ نماز میں مصروف تھے کہ اچانک ان سے ریح خارج ہونے کی آواز آئی لیکن انہوں نے نماز کو جاری رکھا، ان کی بیوی نے ان کو اس عمل پر ٹوکا وضو کر کے از سر نو نماز پڑھ لینے کا کہا، جس پر ان کے شوہر نے ان کو مارا اور سلمیٰؓ شکایت لے کر پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت حاضر ہوئیں اور پورا ماجرا سنایا تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سلمیٰ کی تصویب فرمائی"۔

انسان کے اندر مثبت اور منفی دونوں طرح کے اوصاف پیدا ہوسکتے ہیں۔ بھلائی اور بُرائی، نیک و بد، تعمیر و تخریب، نرمی و سختی، محبت و نفرت، دوستی و عداوت، صلح و جنگ جیسے اوصاف اس کے اندر پیدا ہوسکتے ہیں۔ اگر انسان کو بھلائی کی ترغیب اور برائی سے نفرت نہ دلائی جائے تو معاشرہ کا امن و سکون فنا ہو جاتا ہے۔ انسان عموماً خواہشاتِ نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر فساد برپا کر دیتا ہے۔ دوسری کمزوری انسان کے اندر اپنی ذمہ داریوں سے فرار ہے۔ وہ اپنے نفس

کے حقوق کی حصول چاہتا ہے جبکہ فرائض سے کتراتا ہے۔ اگر اصلاح و تربیت نہ کی جائے تو انسان بے لگام جانور کی طرح خواہشاتِ نفس کے پیچھے بھاگتا رہے گا۔ اپنی ذمہ داریوں سے فرار اور جواب دہی کے احساس سے غافل ہو کر یک رخا پن اور بے اعتدال و توازن سے محروم شخصیت کا مالک بن جائے گا۔ نتیجتاً سماج میں ظلم و فساد شروع ہو جائے گا۔ اس لیے معاشرے میں عدل و انصاف بر قرار رکھنے کے لیے افراد کی اصلاح و تربیت کا اہتمام کیا جائے۔

جس طرح کسی باغ میں پودوں سے غیر مقصود پودوں کو صاف کر کے اس پودے کو پوری طاقت اور صحیح طریقے سے پروان چڑھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح انسان کو دنیا میں تعمیرِ جہاں، عدل و انصاف کے قیام اور ایک متوازن زندگی گزارنے کے لیے بھیجا کیا گیا ہے۔ اس کی شخصیت میں نفسانی خواہشات اس کی زندگی کو صحیح راستے سے موڑے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کی نشو و نما اور تزکیہ کے لیے انبیاء و رسل بھجوائے گئے ہیں۔ اللہ نے اپنے آخری نبی اور رسول (ﷺ) کو انسانی نفوس کا تزکیہ کرنے اور ان کے درمیان عدل و قسط قائم کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿لِيَقُومَ ٱلنَّاسُ بِٱلۡقِسۡطِ﴾[9]

"تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہے"۔

والدین کی ذمہ داری

اللہ تعالیٰ نے جہاں انبیاء و رسل پر امتوں اور ملتوں کی اصلاح و تربیت و تزکیہ کی ذمہ داری ڈالی ہے وہیں خاندان اور خاص طور پر اپنے گھرانے کی اصلاح و تربیت کی ذمہ داری والدین پر ڈالی گئی ہے۔ فرمان ایزدی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾[10]

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے"۔

سید قطب شہیدؒ مذکورہ آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"مومن اپنے اہل اور گھر والوں کی اصلاح و اصلاح و تربیت کے لیے اسی طرح جواب دہ ہے جس طرح وہ خود اپنے نفس کی اصلاح اور دل کی پاکیزگی کے لیے کوشش کرنے کا جواب دہ ہے۔ اولاد کی اصلاح و تربیت کی ذمہ داری والدین پر ڈالی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے بارے میں حساب لے گا"۔[11]

علامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن والد سے اس کے بچوں کی تعلیم و اصلاح و تربیت اور اس کے حقوق سے متعلق پہلے سوال کرے گا بچوں سے والدین کے حقوق کی ادائیگی کا سوال بعد میں کرے گا"۔[12]

اس حدیث کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیئے:

« كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُم مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»[13]

"تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہو گا۔ اور انسان اپنے گھر کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا"۔

ماں کا اصلاحی کردار

ایک بچے کی پرورش کا آغاز ماں کے پیٹ میں قرار پانے والے نطفے سے پہلے ہی ہوتا ہے۔ نکاح کے وقت عورت کے بہترین کردار، اخلاقی قدروں اور دین کو نکاح کا معیار بنانے کی اصل وجہ صالح اولاد کو بہترین ماں کی شکل میں مضبوط بنیاد فراہم کرنا ہے۔ حدیث میں باکردار عورت سے شادی کی تلقین فرمائی گئی ہے:

«تُنْكَحُ المَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ»[14]

"عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے اور اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی اخیر میں تجھ کو ندامت ہو گی)"۔

اخلاق و کردار اور دین پسندی کو عورت کے انتخاب کا معیار بنانا آنے والے بچے کی زندگی پر غیر معمولی اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے باکردار اور صالح عورت کو دنیا کی سب سے بڑی متاع بتایا ہے، فرمایا:

«الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ»[15]

"دنیا کام نکالنے کی چیز ہے اور بہتر کام نکالنے کی چیز دنیا میں نیک عورت ہے۔"

جدید تحقیقات نے یہ بات ثابت کر دی کہ والدہ کی اصلاح و تربیت، اس کی ذہانت اور جذبات و خواہشات کا اثر بچے کی اصلاح و تربیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے: "بچہ کی اصلاح و تربیت رحم مادر میں پلنے کے دوران ہی

شروع ہو جاتا ہے۔ جس طرح غذا کے اثرات بچے کے جسمانی نشو ونما پر پڑتے ہیں اسی طرح ماں کے احساسات اور خیالات بھی بچے کی کی نفسیات پر مؤثر ہوتے ہیں۔ اس لیے دورانِ حمل عورت کو اور الجھنوں سے دور رہنے اور خوش طبعی کی زندگی گزارنے کا مشورہ دیا جاتا ہے"۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ماں کو اللہ نے بچے کی تربیت و اصلاح کا شرف عطا کیا ہے۔ اسی وجہ سے ماں کا مقام تمام انسانی تعلقات اور رشتوں میں سب سے بلند اور عظیم ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ (ﷺ) سے سوال کیا :"میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا کہ":

«أُمُّكَ» قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ أُمُّكَ» قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ أُمُّكَ» قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ أَبُوكَ»[16]

"تمہاری ماں ہے۔ پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ پھر تمہارا باپ ہے"۔

بچے کی پرورش اور اس کی پہلی درس گاہ ماں کی گود۔ نیک اور صالح ماں اولاد کی اصلاح و تربیت کر کے اسے نیک و صالح بنا کتی ہے۔ نپولین نے کہا تھا: "تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا"۔ ایک شعر ہے:

الأم مدرسةٌ إذا أعددتها ... أعددت شعباً طيّب الأعراقِ[17]

"ماں مدرسہ مانند ہے اسے تیار کرنا اور اچھی اصلاح و تربیت کرنا گویا ایک اچھی نسل تیار کرنا ہے۔"

گود کی اصلاح کا اثر

ابتدائی عمر کی اصلاح و تربیت کے اثرات زندگی بھر کے لیے ہوتے ہیں۔ ان ایام کے خوشی و غم اور دیگر نقوش بہت ہی گہرے ہوتے ہیں۔ ایک کہاوت ہے:

"التعلُّم فِي الصِّغر، كالنقش على الحْجر "[18]

"بچپن کی تعلیم کے اثرات اسی طرح دیرپا ہوتے ہیں جیسے کہ پتھر پر نقش"۔

ایک حدیث میں بچوں کے اذہان اور ان کو سوچ کو کسی بھی طرف تبدیل کرنے سے متعلق اشارہ ملتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

«مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ»

"ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں"۔

ایک عبارت میں ہے:

"ایک طفل کا ضمیر صاف، اس کی روح بے داغ اور دل آئینے کے مانند ہوتا ہے۔ وہ ہر چیز کا عکس قبول کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ اگر اس کی اچھی طرح اصلاح کی جائے تو وہ اچھا بن سکتا ہے اور اگر اس کی اصلاح و تربیت نہ ہو تو بُرا بن سکتا ہے"۔

ایک عربی شاعر کہتا ہے:

"قد ينفع الْأَدَب الأحداث فِي مهلٍ ... وَلَيْسَ ينفع بعد الكبرة الْأَدَب"

"إِن الغصون إِذا قومتها اعتدلت ... وَلَا يلين إِذا قومته الْخشب" 19

"بچپن میں بچوں کی اصلاح و تربیت زیادہ آسان اور مفید ہے۔ اس عمر کے گزر جانے کے بعد اصلاح و تربیت زیادہ کارگر نہیں ہوتی ہے نرم ٹہنی کو جدھر چاہو موڑ دو مڑ جائے گی موٹی لکڑی کو موڑنا چاہو تو نہیں مڑے گی"۔

بچپن میں تعلیم و اصلاح و تربیت نہ کرنے سے سنگین نتائج مرتب ہوتے ہیں، بلکہ بعض مرتبہ پوری عمر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔

ماہرین نفسیات کا خیال ہے: "بچے کی چھ سال کی عمر تک اس کا 90 فیصد ذہن تشکیل پاجاتا ہے"۔ مشہور واقعہ ہے: "نپولین بوناپارٹ کے پاس ایک عورت اپنے بچے کو اصلاح و تربیت کی نیت سے لے گئی تو نپولین نے عورت سے بچے کی عمر متعلق پوچھا۔ ماں نے کہا: پانچ سال، تو اس نے کہا: "اس کو جو بننا تھا وہ بن گیا۔ اب میں اس کی کیا اصلاح و تربیت کروں"۔

ماں کی گود میں بچپن

"بچے کے ابتدائی چھ سال تعلیم و اصلاح و تربیت کے اعتبار سے نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کا اکثر وقت اپنی والدہ کے پاس گزرنے کی وجہ سے اس کے جذبات و احساسات اور ذہن و فکر کے زیادہ تر حصے کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ چونکہ بچہ اس عمر میں اپنا وقت گھر میں گزارتا ہے تو گھر کے اندر ہی ساری سرگرمیاں سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ وہ ہر ضرورت کے لیے ماں کے پاس دوڑ کر آتا ہے خواہ کھانے کی حاجت ہو، یا پیشاب

پاخانہ کی، ہر تکلیف و درد میں ماں کو پکار کے بُلاتا ہے۔ بچپن میں ماں کے ارد گرد ہی ایک بچے کی زندگی گزرتی ہے۔ اگر اسے ماں دکھائی نہ دے تو وہ خود کو غیر محفوظ محسوس کرکے رونے لگتا ہے۔ بچہ جب پہلے دن اسکول جا کر ماں کے پیچھے روتا اور چلاتا ہے۔ اکثر اسے گھر واپس بھیجنا پڑتا ہے یا اس کی ماں کو سکول میں روک کر رکھنا پڑتا ہے۔ دھیرے دھیرے اس کا خوف کم ہو جاتا ہے۔ ماں جس قدر ذہین، زیرک، سمجھدار اور اصلاح و تربیت یافتہ ہو گی، بچے کی اصلاح و تربیت کے لیے اسبابِ اصلاح میسر کرکے اس کو بہترین انسان بنانے کی کوشش کرے گی"۔[20]

بچے کی ماں سے جذباتی لگاؤ

"ہر بچہ پیدائش کے بعد اپنی ماں کو اس کے بُو سے جان لیتا ہے۔ سب سے پہلی تصویر وہ اپنی ماں کی دیکھتا ہے۔ پیدائش کے فوراً بعد ایک ماں اپنے جگر کے ٹکڑے کو دیکھ کر ساری تکلیف بھول جاتی ہے، اور بچے کی طرف متوجہ ہو کر شفقت و محبت، پیار اور چاہت سے اپنے سینے سے لگا لیتی ہے۔ ایک بچے کا مضبوط اور ہر پریشانی اور الجھن سے عافیت و سکون ملنے والا قلعہ اس کے ماں کا سینہ اور گود ہوتا ہے۔ بچے کو غذا کی فراہمی، نجاست سے صفائی، اسبابِ سرور، کھیلنے کا مواقع بلکہ ہر ضرورت ماں پوری کرتی ہے۔ ایک ماں اپنے بچے کے ساتھ کھیل گود، ہنسی مذاق حتیٰ کہ اسے تدبر و تفکر کے مواقع بھی فراہم کرتی ہے۔ ایک بہادر اور زیرک ماں بچے کی محبت اور اس کی جذباتی وابستگی کو برابر رکھ کر حکمت سے بچے کے اندر خود اعتمادی، بہترین رائے قائم کرنے کی صلاحیت اور خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا دیتی ہے۔ اس طرح بچہ رشتہ قائم کرنے اور دوسروں کی مدد کرنے میں خود کو پُر اعتماد جانتا ہے"۔[21]

بچہ جو کچھ دیکھتا ہے وہ کرتا ہے

"بچے ابتدائی عمر میں اپنے والدین سے بیش تر چیزیں سیکھتے ہیں۔ وہ خاص طور پر اپنی ماں سے خاص تعلق اور محبت کی وجہ سے اس کی نقالی کرتے ہیں، یہاں تک کہ ماں جس طرح بولتی ہے بچے بھی وہی اسلوبِ تخاطب اپنا لیتے ہیں۔ بچے اپنی ماں کا اخلاقی روپ ہوتے ہیں۔ ماں کے اخلاق و معاملات کا مشاہدہ کرکے بچے اپنی عملی زندگی میں اس کا اعادہ کرتے ہیں، اسی طرح ایک ماں بہترین اخلاق اور بُرے عیوب دونوں

کو بچے کے ذہن میں ڈالنے والی ہوتی ہے۔ بعض ماؤں کی یہ شکایت ہوتی ہے کہ ان کے بچے بدزبان، بے ہودہ اور گندی باتیں کرنے والا ہو گیا ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ یہ غلیظ باتیں و حرکات غیر محسوس طور پر خود ہی سکھائی گئی ہیں۔ جب وہ کسی بھی عورت کی بُرائی کرتی ہے، لوگوں سے جھوٹ بولتی ہے، شوہر سے جھگڑتی ہے اور گندے الفاظ استعمال کرتی ہے تو بچے یہ اسلوب اپنے ذہن میں محفوظ کر کے موقع محل پر استعمال کرتا ہے"۔[22]

بچوں کی روحانی اور اخلاقی اصلاح و تربیت

بچوں کی اصلاح و تربیت میں گھر کے ماحول کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ بچوں کی اصلاح کے لیے گھر کے ماحول کو نہایت خوشگوار بنانا ضروری ہے۔ گھر کے ماحول کو بہتر بنانے میں نماز کی بے پناہ اہمیت حاصل ہے۔ گھر کے تمام افراد نمازی ہوں تو بچے بھی نماز کی طرف راغب ہوں گے۔

اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام بھی ہونا چاہیئے۔ باقاعدگی سے قرآن مجید کی تلاوت ہو تو اس سے بچوں کی روحانی اور اخلاقی اصلاح و تربیت ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان نصیحت بھول جاتا ہے اس لیے تکرار کے ساتھ بچوں کو اچھے اور نرم انداز سے نصیحت کرنی چاہیئے۔ قصص القرآن کے ذریعے بھی بچوں کی اصلاح و تربیت کی جا سکتی ہے۔[23]

اصلاحی کردار بطورِ بہن

جب بہن اپنے بھائی میں کوئی دینی خرابی دیکھے تو اس کے جاہ مرتبے کا لحاظ کیے بغیر اصلاح کرنی چاہیے اور اصلاح کا انداز ایسا ہو کہ کسی شخص کی اصلاح پوشیدہ (تنہائی) میں نرمی کے ساتھ سمجھاتے ہوئے مخلصانہ انداز میں کریں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ:

"جس نے اپنے بھائی کو اعلانیہ نصیحت کی اس نے اسے عیب لگایا اور جس نے چپکے سے کی تو اس نے اسے زینت بخشی"۔[24]

اگر بھائی کو پوشیدہ نصیحت نفع نہ دے تو پھر اعلانیہ نصیحت اس انداز میں کرے کہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ بھائی کے بارے میں بات ہو رہی ہے، ایسا انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے جس سے معلوم ہو جائے کہ اس کے بارے میں بات کی جا رہی ہے، یعنی آنکھوں سے اس طرح دیکھنا کہ معلوم ہو جائے یا نام لینا کہ اس سے بجائے اصلاح کے دل آزاری ہو سکتی ہے، حضور اکرم ﷺ کو جب کسی کی بات پہنچتی جو ناگوار گزرتی تو اس کا پردہ رکھتے اور اس کی اصلاح کا حسن انداز یہ ہوتا کہ ارشاد فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا جو ایسی بات کہتے ہیں۔[25]

بھائی کی اصلاح کی کوشش اور خود کا گناہ سے بچانا

مثلاً اگر بہن کی بار بار ترغیب دلانے پر بھائی پھر بھی نماز نہیں پڑھتا تو اب اس کی دوسروں کے سامنے غیبتیں کر کے گناہ گار نہ بنیں، بلکہ اس سے اجتناب کریں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"جس شخص کی اصلاح ظلم کیے بغیر نہیں ہو سکتی چاہیے اس کی اصلاح نہ ہو مگر میں اپنا دین برباد کر کے لوگوں کی اصلاح کے درپے نہیں ہوں گا"۔[26]

اور اگر بڑے بھائی میں خلاف شرع کوئی بات موجود ہو تو اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے سامنے برائی کا ذکر کرتے ہوئے یوں کہنا چاہیے کہ جن باتوں میں آپ کو مجھ پر اقتدار و اختیار حاصل ہے، میں ان میں آپ کا فرمانبردار ہوں لیکن میں آپ کے کردار میں کچھ ایسی چیزیں دیکھ رہا ہوں جو شریعت کے موافق نہیں۔[27]

حضرت حفصہؓ کا بھائی کو شادی کی تلقین

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے شادی نہ کرنے کا ارادہ کیا، تو ان کی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ نے ان کو اس ارادے سے باز رکھا اور انہیں اس کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

" شادی کرو، اگر تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہوا، تمہارے بعد زندہ رہا تو تمہارے لیے دعا کرے گا"۔[28]

اصلاحی کردار بطورِ بیٹی

اسلامی معاشرے میں بڑوں یعنی بزرگوں کو خاص مقام و مرتبہ اسلام کی عطا کردہ آفاقی تعلیمات سے حاصل ہیں جن میں ان کو برکت و رحمت اور احترام و عزت کے قابل قرار دیا گیا ہے۔ حضرت اقدس (ﷺ) نے بزرگوں کی عزت واحترام اور ان کے مرتبے کا خیال رکھنے کی تلقین فرمائی ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا»[29]

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے، جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے"۔

اصلاح میں بھی نے بڑوں کی تکریم کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔"حضرت عبد اللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہم خیبر پہنچے تو وہ دونوں باغات میں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ اسی اثنا میں عبد اللہ بن سہل قتل کر دیئے گئے تو عبد الرحمٰن بن سہل اور مسعود کے بیٹے حویصہ اور محیصہ رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر

ہوئے، اپنے ساتھی کے معاملہ میں انہوں نے گفتگو کی تو عبد الرحمن نے ابتداء کی جب کہ وہ سب سے چھوٹے تھے"۔ اس پر حضور نبی اکرم (ﷺ) نے فرمایا:

«كَبِّرِ الكُبْرَ»[30]

"بڑوں کے عزت اور رُتبے کا خیال رکھو۔"

بڑوں کی تکریم عظمتِ رِسالت کا نفاذ ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا:

«إن من إجلالي توقير المشائخ من أمتي»[31]

"بے شک میری اُمت کے عمر رسیدہ افراد کی عزت میری بزرگی وعظمت سے ہے۔"

اسلام معاشرے کے عمر رسیدہ اَفراد کو اَہمیت دیتا ہے۔ ان کے ساتھ نرمی اور احسن طریقے سے پیش آنے، اور نہایت شفقت کا معاملہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بیٹی جب بھی اصلاح کرے گی تو درجہ ذیل اُمور کو پیشِ نظر رکھ کر کرے گی۔

بیٹی کے اصلاح کرنے سے مقصود رضائے الٰہی عزوجل ہو کسی دنیوی مال وجاہ کی طلب نہ ہو۔

بیٹی کو چاہیئے کہ اپنے بڑوں کی اصلاح حسنِ اخلاق سے کرے، حُسنِ اخلاق سے متعلق نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"تم لوگوں کو اپنے اموال سے خوش نہیں کر سکتے لیکن تمہاری خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی انہیں خوش کر سکتی ہے"۔[32]

بیٹی کو چاہیئے کہ اپنے بزرگوں سے نرمی اختیار کر کے اس کی اصلاح کی کوشش کرے جیسا کہ تاجدار رسالت ﷺ نے نرمی سے متعلق ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الأَمْرِ كُلِّهِ»[33]

"اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی اور ملائمت کو پسند کرتا ہے"۔

ہمارے بڑے کبھی بھی خود کو کم تر یا غلط نہیں سمجھتے لہٰذا ان کی اصلاح کرتے وقت بڑے تحمل وبردباری سے کام لینا چاہیئے کیونکہ اگر بڑوں کی طرف سے کسی نامناسب ردعمل کا مظاہرہ ہو تو صبر کرے اور انتقامی سوچ نہ لائے۔

اپنے بڑوں کی اصلاح تنہائی میں کرنا بہت ہی مناسب ہے، کہا جاتا ہے کہ جس نے کسی کی اکیلے میں اصلاح کی اس نے اسے سنوار دیا اور جس نے کسی کی سب کے سامنے اصلاح کی اس نے اسے بگاڑ دیا۔

بڑوں کے عادات کبھی نہیں چھوٹتے بلکہ وہ ان کی فطرت بن چکی ہوتی ہے۔ لہٰذا حکمت عملی کا مظاہرہ کر کے موقع محل کے مطابق اصلاح کی صورت بنائی جائے، نیز ان کی نفسیات کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

با عمل اصلاح پُر تاثیر ہوتا ہے لہٰذا اصلاح کرنے والے کو خود بھی با عمل ہونا چاہیے ورنہ قرآن پاک کے اس فرمان کا مصداق بن جائے گا کہ: "تم لوگوں کو اچھائی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو"۔[34]

بڑوں پر بے جا تنقید سے گریز کرنا چاہیئے کیونکہ جس کی اصلاح کی جائے اس پر بے جا تنقید اور طنز بازی کرنے سے اس کے دل میں آپ کے لیے نفرت پیدا ہو جائے گی۔

ایک بیٹی اپنے والدین یا بڑوں کی اصلاح امثال سے کر سکتی ہے۔ کیونکہ تاریخ کے اوراق ایسے بزرگوں سے بھرے پڑے ہیں جن میں بزرگوں نے اپنے چھوٹے کی باتوں کا مان کر اپنی اصلاح کی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ابو بکر صدیق کے والد ابو قحافہ۔ انسانی فطرت ہے کہ جو بات مثال کے ذریعے سمجھائی جائے وہ جلدی سمجھ آجاتی ہے۔

بیٹی اپنے والدین کے لیے دُعا کرے حدیث مبارکہ میں ہے کہ: دعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور آسمان وزمین کا نور۔[35]

ان باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک بیٹی تدبیر منزل میں اپنا اصلاحی کردار نبھا کر اپنے بڑوں کی اصلاح بہترین انداز سے کر سکتی ہے۔ جس میں وہ آسانی سے کامیابی حاصل کر کے معاشرے کو سنوار سکتی ہے۔

خلاصۂ کلام

اللہ تعالیٰ نے عورت کو جو مقام نصیب فرمایا ہے شاید وہ کسی اور جنس کو عطا فرمایا ہو۔ عورت کو سب سے پہلے بیوی کا درجہ دیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے سکون کے لیے حضرت حوا علیہا السلام پیدا کی گئی۔ اس طرح مرد کی اصلاح میں اس کی بیوی حد درجہ کردار ادا کر سکتی ہے۔ کبائر وصغائر سے روکنا، احکامات پر پابندی اور حلال و حرام کی تمیز کی دعوت و اصلاح بیوی احسن طریقے سے کر سکتی ہے۔

عورت اگر ماں کی روپ میں ہو تو اعلیٰ با کردار اولاد جَن سکتی ہے۔ بچوں کو ماں سے بہت لگاؤ ہوتا ہے، اور تقریباً سات سال تک بچے ماں سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں لہٰذا ماں ان کی اصلاح میں بہترین کردار ادا کر سکتی ہے۔ ماں اگر اولاد کو اعلیٰ کردار کا مالک بنادے تو معاشرہ امن وامان والا بن جائے گا۔ کیونکہ مائیں ہی وہ ذات ہے جو با کردار اور مصلح اولاد پیدا کر سکتی ہے اور بنا سکتی ہے۔

بہنوں کا تصور ہی خوشگوار ہوتا ہے۔ یہ قدرت کا انمول تحفہ ہوتی ہیں۔ یہ اپنی معصومانہ باتوں سے گھر میں خوشیوں کے رنگ بکھیر دیتی ہیں۔ یہ باپ کا وقار، ماں کا احترام، بہن کی سہیلی اور بھائی کی راج دلاری ہوتی ہیں۔ چھوٹی بہنیں

اپنی نٹ کھٹ شرارتوں، شوخیوں اور قہقہوں سے گھر کے سونے آنگن کو مہکاتی ہیں، تو بڑی بہنیں بہترین مشیر ہوتی ہیں۔ بہن کا رشتہ پوری زندگی خوشیاں اور مسرتیں تقسیم کرتا ہے۔

بہن بھائی کا رشتہ اسی حقیقت کی ایک خوبصورت مثال ہے۔ قدرتی طور پر بہن بھائی کے درمیان ذہنی ہم آہنگی اور پیار پایا جاتا ہے۔ اگر بہنیں بھائیوں کیلئے قربانیاں دیتی ہیں تو بھائی بھی اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی نہیں برتتے۔ اس باہمی پیار کی بدولت بہنیں بھائیوں کو والدین کی ڈانٹ سے بچانے کیلئے ڈھال بنتی ہیں، ان کی بکھری ہوئی چیزوں کو ترتیب سے رکھتی ہیں، بڑی چاہ سے ان کے پسندیدہ کھانے تیار کرتی ہیں اور روٹھ جاتی ہیں، لیکن بھائیوں سے بہنوں کی یہ ناراضگی زیادہ دیر تک برداشت نہیں ہوتی اور وہ آئس کریم اور چاکلیٹ کے عوض انہیں بڑی چاہت سے منا لیتے ہیں۔ بھائی بہنوں کے درمیان چھوٹی موٹی لڑائیاں تو اس تعلق کا حصہ ہیں۔ اگر روٹھنے منانے کا یہ سلسلہ رک جائے تو زندگی میں رونق ہی نہ رہے۔ بہنوں کا باہمی رشتہ بھی مثالی ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جن گھروں میں بہنیں ہوں وہاں لڑکیوں کو سہیلیوں کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ یہ خود ہی ایک دوسرے کی پکی سہیلی ہوتی ہیں۔ آپس میں اپنے مسائل کے ساتھ ساتھ کپڑے، جوتے، کتابیں اور دیگر چیزیں بھی شیئر کرتی ہیں۔

عورت بیٹی کی روپ میں بھی اپنا اصلاحی کردار نبھا سکتی ہے۔ بیٹیاں اللہ کی رحمت ہوتی ہیں۔ والدین ان سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ وہ اپنے والدین کی چہیتیاں ہوتیں ہیں۔ لہٰذا اپنے کردار کو احسن طریقے سے ادا کرے اپنے بڑوں کی اصلاح کروا سکتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1. ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، یوسف بن عبد اللہ بن محمد ر، دار الجیل بیروت 1412ھ، ج4، ص1940۔ المزی، ابو الحجاج، عبد الرحمن، یوسف بن المزی، تہذیب الکمال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1400ھ، ج35، ص366۔

2. ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، تحقیق محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1410ھ، 1990ء، ج8، ص427۔

3. الذہبی، شمس الدین، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء، تحقیق شعیب الارناؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1405ھ، 1985ء، ج2، ص306۔

4. سنن نسائی، کتاب النکاح بَابُ : التَّزْوِيجِ عَلَى الإِسْلاَمِ، ج6، ص114، رقم الحدیث: 3341۔

5. الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج4، ص2391۔ ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، تحقیق عادل احمد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ، 1995ء، ج8، ص522۔

6. الصنعانی، ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام، مصنف عبد الرزاق، المکتب الاسلامی، بیروت، 1403ھ، ج6، ص180، رقم الحدیث: 10420۔

7. الزرقانی، محمد بن عبد الباقی بن یوسف، شرح الزرقانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1141ھ، ج3 ص204۔

8. الہیثمی، ابوالحسن نور الدین علی بن ابو بکر بن سلیمان، مجمع الزوئد ومنبع الفوائد، تحقیق حسام الدین القدسی، مکتبۃ القدسی، القاہرہ، 1414ھ، 1994ء، ج6، ص471۔

9. سورۃ الحدید57: 25۔

10. سورۃ التحریم66: 6۔

11. الشاربی، سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، دار الشروق، بیروت، 1412ھ، تفسیر سورۃ التحریم، آیت نمبر6، ج6، ص3608۔

12. اعلام المعوقین، ج1، ص93۔

13. صحیح بخاری، کِتَاب الْجُمُعَةِ ، بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى وَالْمُدُنِ، ج2، ص5، رقم الحدیث:893۔

14. صحیح بخاری، کِتَاب النِّكَاحِ، بَابُ الأَكْفَاءِ فِي الدِّينِ، ج7، ص7، رقم الحدیث:5090۔

15. صحیح مسلم، کِتَاب الرِّضَاعِ، باب خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، ج2، ص1090، رقم الحدیث:64/1467۔

16. صحیح بخاری، کِتَاب الأَدَبِ، بَابُ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ، ج8، ص2، رقم الحدیث:5971۔

17. الہاشمی، احمد بن ابراہیم بن مصطفیٰ، جواہر الادب فی ادبیات وانشاء لغۃ العرب، مؤسسۃ المعارف، بیروت، س ن، ج2، ص249۔ احمد قبش بن محمد نجیب، مجمع الحکم والامثال فی الشعر العربی، باب الام، ج1، ص234۔

18. الآبی، ابو سعد، منصور بن الحسین الرازی، نثر الدر فی المحاضرات، تحقیق خالد عبد الغنی محفوط، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1424ھ، 2004ء، ج5، ص39۔

19. العسکری، ابو ہلال الحسن بن عبد اللہ بن سہل، جمہرۃ الامثال، دار الفکر، بیروت، س ن، ج2، ص280۔

20. قاسمی، محمد انور، اولاد کی اسلامی تربیت، احیاء ملٹی میڈیا، ممبئی، س ن، ص72۔

21. ایضاً۔

22. اولاد کی اسلامی تربیت، ص78۔

23. دی اسکالر، جلد نمبر1، شمارہ نمبر2، دسمبر2015، ص39،40۔

24. بحوالہ عطار، محمد الیاس، غیبت کی تباہ کاریاں، مکتبۃ المدینہ، اُردو بازار لاہور، س ن، ص140۔

25. سنن ابی داوٗد، ج4، ص329۔

26. عطاری، آصف اقبال، حضرت عمر بن عبد العزیز کے425 حکایات، مکتبۃ المدنیہ، اُردو بازار، لاہور، س ن، 489۔

27. ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت، وصایا امام اعظم، مترجم، مجلسِ تفتیش کتب ورسائل، دعوتِ اسلامی، 2009ء، ص18۔

28. صحیح مسلم، ج2، ص642، رقم الحدیث:931۔

29. جامع الترمذی، کتاب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب مَا جَاءَ فِي رَحْمَةِ الصِّبْيَانِ، ج4، ص321، رقم الحدیث: 1919۔

30. صحیح بخاری، كِتَاب الأَدَبِ، بَابُ إِكْرَامِ الْكَبِيرِ وَيَبْدَأُ الأَكْبَرُ بِالْكَلاَمِ وَالسُّؤَالِ، ج8، ص34، رقم الحدیث:6142۔

31. ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد، لسان المیزان، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، 1390ھ، 1971ء، ج6، ص 303، رقم الحدیث: 1087۔

32. المستدرک للحاکم، کتاب العلم، ج1، ص321، رقم الحدیث: 435۔

33. صحیح بخاری، كِتَاب الْأَدَبِ، بَابُ الرِّفْقِ فِي الأَمْرِ كُلِّهِ، ج8، ص11، رقم الحدیث: 6024۔

34. سورۃ البقرۃ2: 44۔

35. المستدرک للحاکم، ج2، ص162، رقم الحدیث: 1855۔